مادی جسم کے اندر موجود باطنی انسان ایک جیتا جاگتا وجود ہے جو انسان کی توجہ کا طالب ہے۔جس طرح مادی جسم کی تندرستی کے لیے صحیح غذا ضروری ہے اسی طرح باطنی وجود کی بھی غذا ہے جس سے وہ سکون محسوس کرتا ہے، تندرست وتوانا ہوتا اور قوت حاصل کرتا ہے۔قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

❁ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُO (الرعد۔28)

ترجمہ: بے شک ''ذکر اَللّٰہُ'' سے ہی قلوب کو اطمینان اور سکون حاصل ہوتا ہے۔

یعنی اللہ کے اسم کے ذکر سے انسانی قلب یا روح کو سکون حاصل ہوتا ہے کیونکہ یہی اس کی غذا اور قوت کا باعث ہے۔ جو انسان اس ذکر سے روگردانی کرتا ہے اس کی روح کو غذا اور رزق نہیں ملتا جو اس کی زندگی اور قوت کے لیے ضروری ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

❁ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا وَّنَحْشُرُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَعْمٰیO (طٰہٰ۔124)

ترجمہ: ''بے شک جو ہمارے ذکر سے اعراض کرتا ہے ہم اس کی (باطنی) روزی تنگ کر دیتے ہیں اور قیامت کے روز اسے اندھا اٹھائیں گے۔'' اس آیت مبارکہ میں رزق سے مراد یقیناً باطنی رزق ہے کیونکہ ظاہری رزق تو اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کو بھی بہت دیا ہے جو اللہ کا قطعاً ذکر نہیں کرتے۔

دنیا و آخرت میں انسان کے خسارے کی وجہ اس کی ذکر اَللّٰہُ سے غفلت ہے کیونکہ ذکر اَللّٰہُ نہ کرنے کے باعث اس کی روح وہ قوت حاصل نہ کر پائے گی جو اسے نفس کے حجاب چیر کر اس مقام تک لے جائے گی جہاں وہ دیدار و معرفتِ الٰہی حاصل کر سکے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ O

❁ ترجمہ: اے ایمان والوں تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تم کو ذکر اَللّٰہُ سے غافل نہ کر دیں جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارہ پانے والے ہیں۔ (المنافقون 9)

اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق اللہ کے مختلف ناموں کی تسبیح و ذکر کر رہی ہے جیسا کہ وہ قرآن میں فرماتا ہے:

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ

❁ ترجمہ: ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ اس میں ہے سبھی اس (اَللّٰہُ) کی تسبیح کرتے ہیں اور مخلوقات میں سے کوئی چیز نہیں مگر اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔ (بنی اسرائیل:44)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے ذاتی اسم اَللّٰہُ کا ذکر دیا ہے کیونکہ یہ اس کی تمام صفات کا احاطہ کرتا ہے اور اس کے تمام اسماء میں سب سے قوت والا اسم ہے۔ اللہ کا یہ اسم اس قدر قوت کا حامل ہے کہ اگر ترازو کے ایک پلڑے میں اسم "اَللّٰہُ" رکھ دیا جائے اور دوسرے پلڑے میں پوری کائنات، جنت و جہنم رکھ دیئے جائیں تو اسم اَللّٰہُ ذات والا پلڑا بھاری ہوگا۔ اسم اَللّٰہُ ذات کے ذکر سے روح کو وہ نورِ بصیرت حاصل ہوتا ہے جو دیدارِ الٰہی کے لیے لازم ہے۔ روح اس قدر قوی ہو جاتی ہے کہ جسم و جان کے تمام حجابات توڑ کر جسمانی موت سے قبل ہی اللہ کا وصال، دیدار اور معرفت حاصل کر سکتی ہے۔ چونکہ ذکرِ "اَللّٰہُ" ہی انسانی مقصدِ حیات یعنی معرفتِ الٰہی کے حصول کی بنیاد ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہلی وحی اور سب سے پہلا حکم اللہ کے ذاتی نام کے ذکر کا تھا۔

❁ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ O (العلق 1)

ترجمہ: پڑھ اپنے ربّ کے نام (اسم اَللّٰہُ) سے جس نے خلق کو پیدا کیا۔

تمام عبادات کی فرضیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت اور پیروکاروں کو اسم اَللّٰہُ ذات کے ذکر کا حکم دیا تاکہ ان کی ارواح نورِ بصیرت حاصل کر کے معرفتِ الٰہی تک رسائی حاصل کریں جو تمام عبادات کی روح اور بنیاد ہے۔ دین کی اس بنیاد کے مضبوط ہونے کے بعد ہی ان پر عبادات فرض کی گئیں۔ سورۃ مزمل سورۃ الاعلیٰ' سورۃ واقعہ' سورۃ اعراف' سورۃ کہف اور سورۃ طٰہٰ عبادات فرض ہونے سے پہلے مکہ میں نازل ہوئیں ان تمام میں اللہ کے اسم کے ذکر کا حکم بھی دیا گیا ہے اور طریقہ بھی سمجھایا گیا ہے۔

- فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝ (سورۃ حاقۃ (مکی): 52' سورۃ واقعہ (مکی) 96 اور 74)

ترجمہ: (اے محبوب ﷺ) اپنے ربّ عظیم کے نام (اسم اَللّٰہُ) کی تسبیح بیان کرو۔

- سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝ (الاعلیٰ 01)

ترجمہ: (اے محبوب ﷺ) اپنے رب کے نام (اسمِ اَللّٰہُ) کی تسبیح بیان کرو جو سب سے اعلیٰ ہے۔

- وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝ (مزمل 8)

ترجمہ: (اے محبوب ﷺ) اپنے رب کے نام (اسمِ اَللّٰہُ) کا ذکر کرو اور سب سے ٹوٹ کر اس ہی کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

- وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ۔ (طٰہٰ 14)

ترجمہ: میرے ذکر کے لیے نماز قائم کرو۔

پھر یہ ذکر کرنے کا طریقہ بھی سمجھا دیا۔

- وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِىْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ (اعراف 205)

ترجمہ: اور صبح و شام ذکر کرو اپنے ربّ کا دل میں' سانسوں کے ذریعے' بغیر آواز نکالے' خفیہ طریقے سے' عاجزی کے ساتھ اور غافلین میں سے مت بنو۔

- اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ (اعراف 55)

ترجمہ: اپنے رب کا ذکر کرو خفیہ طریقے سے' عاجزی کے ساتھ بیشک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

ذکر کا حکم خفیہ طریقے سے کرنے کا مطلب بغیر آواز کے ذکر کرنا ہے اور سانسوں کے ذریعے ذکر کا حکم اس لیے ہے کہ سانس کا تعلق روح سے ہے۔ جیسے ہی روح جسم میں داخل ہوتی ہے جسم سانس لینا شروع کر دیتا ہے اور جیسے ہی روح جسم سے نکل جاتی ہے' جسم سانس لینا بند کر دیتا ہے۔ چنانچہ سانسوں کے ذریعے اسمِ اَللّٰہُ کا ذکر روح یا باطنی انسان کی قوت کا باعث ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ''سانس گنتی کے ہیں اور جو سانس اللہ کے ذکر کے بغیر نکلے وہ مردہ ہے۔'' یعنی جس سانس میں اللہ کا ذکر کیا جائے وہ روح کی زندگی کا باعث ہے۔

❁ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص ذکر اَللّٰہُ کرتا ہے اور جو شخص ذکر اَللّٰہُ نہیں کرتا اس کی مثال زندہ اور مردہ کی ہے۔ (بخاری و مسلم)

ذکر اَللّٰہُ کرنے والے کی روح زندہ اور نہ کرنے والے کی روح مردہ ہے۔ آج کل لوگوں کی اکثریت تو ذکر اَللّٰہُ کرنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھتی اور نماز روزوں پر اکتفا کیے بیٹھی ہے اور جو لوگ ذکر اَللّٰہُ کرتے بھی ہیں تو زبانی ذکر کرتے ہیں۔ جو لوگ قلبی ذکر کا دعویٰ کرتے ہیں ان کے نزدیک قلب سے مراد سینے کے بائیں جانب رکھا گوشت کا لوتھڑا (دِل) ہے اور وہ حبس دم کر کے زور زور سے اَللّٰہُ کا ذکر کر کے اسی لوتھڑے کو چلانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ جب یہ مادی دل پھڑکنے لگ جائے تو سمجھ لیتے ہیں کہ ان کی روح زندہ ہوگئی۔ حالانکہ جسم میں رکھے اس دل کا کام صرف خون کی ترسیل ہے۔ یہ بھی باقی جسمانی اعضاء کی طرح ایک عضو ہے جس کو باقی جسم کے ساتھ اسی دنیا میں رہ کر مٹی کا حصہ بن جانا ہے۔ روح غیر مادی ہے' اس کی قوت سانسوں کے ذریعے خفیہ طور پر عاجزی کے ساتھ' مسلسل اسمِ اَللّٰہُ ذات کا ذکر کرنے میں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

❁ فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ ؕ

ترجمہ: پھر جب تم نماز ادا کر چکو تو کھڑے بیٹھے اور کروٹوں کے بل لیٹے ہوئے ذکر اَللّٰہُ کرو۔ (النساء۔103)

اس آیت مبارکہ میں کروٹوں کے بل لیٹنے سے مراد سونا ہے اور سوتے وقت صرف سانسوں کے ذریعے ذکر ممکن ہے۔

جو لوگ مادی دل کو ''قلب'' مان کر اس کا تعلق سانسوں سے جوڑتے ہیں اور پھر مخصوص اوقات

مقرر کر کے صرف اسی میں ذکر اللہ کرتے ہیں نہ کبھی روحانی زندگی پا سکتے ہیں نہ ہی دیدار و معرفتِ الٰہی۔ ان کے بارے میں سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒرحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- وہ لوگ کتنے احمق ہیں جو دل، نفس اور روح کے باطن کا علم نہیں رکھتے اور گوشت کے ایک لوتھڑے کو دل کے مقام سے بند کر کے تفکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ذکرِ قلبی ہے اور گوشت کے اس لوتھڑے کی دھڑکن کو دم کے ساتھ ملا کر سینے میں لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ذکرِ قربانی ہے اور گوشت کے اس لوتھڑے کو تفکر کی آنکھ کے سامنے رکھ کر کہتے ہیں کہ یہ ذکرِ نورِ حضور ہے اور اسی گوشت کے لوتھڑے کو تفکر سے مغزِ سر میں لے جاتے ہیں اور اسی کا نام ذکرِ سلطانی روحانی رکھتے ہیں۔ یہ تمام لوگ غلطی پر ہیں۔ یہ تمام وساوس اور خطراتِ شیطانی ہیں (جو اللہ کی اصل راہ اور قرب سے دور کر دیتے ہیں)۔ (کلید التوحید کلاں)
- دل یہ نہیں جس کی جنبش تجھے شکم کے بائیں طرف معلوم ہوتی ہے بدن میں یہ حیوانی دل تو کفار، منافق و مسلم سب کے پاس موجود ہے۔ (عین الفقر)
- میں حیران ہوتا ہوں اُن احمق اور سنگ دل لوگوں پر جو رات دن بلند آواز میں ''اَللّٰہُ ھُو'' ''اَللّٰہُ ھُو'' کرتے رہتے ہیں مگر اسمِ اَللّٰہُ ذات کی کنہ کو نہیں جانتے اور رجعت کھا کر پریشان حال اہلِ بدعت ہو جاتے ہیں اور اُن کے سر میں خواہشاتِ نفسانی سمائی رہتی ہیں۔ (کلید التوحید خورد)

مادی دل سے ذکر کرنا باقی عبادات کی طرح جسم کی عبادت ہے، روح کی زندگی کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اللہ کا قرب جسم نے نہیں بلکہ روح نے حاصل کرنا ہے گوشت کے لوتھڑے کا ذکر روح کو کوئی تقویت نہیں پہنچا سکتا کیونکہ روح جسم سے بہت بالاتر ہے۔ البتہ روح کا عروج جسمانی اعمال کی درستی کا باعث ہے چنانچہ جسمانی دِل کا یہ ذکر نہ بندے کو ربّ سے ملاتا ہے، نہ اس کا دیدار اور معرفت عطا کرتا ہے۔ لہٰذا بالکل بے فائدہ ہے۔ اصل ذکر سانسوں کے ذریعے کیا جانے والا ذکرِ اسمِ اَللّٰہُ ذات ہی ہے۔

سلطان الاذکار ھُو

اسمِ اَللّٰہُ ذات کے ذکر کی چار منازل ہیں اَللّٰہُ، لِلّٰہُ، لَہُ، ھُو۔ اسمِ اَللّٰہُ ذات اپنے مسمّٰی ہی

کی طرح یکتا، بے مثل اور اپنی حیرت انگیز معنویت وکمال کی وجہ سے ایک منفرد اسم ہے۔ اس اسم کی لفظی خصوصیت یہ ہے کہ اگر اس کے حروف کو بتدریج علیحدہ کر دیا جائے تو پھر بھی اس کے معنی میں کوئی تبدیلی نہیں آتی اور ہر صورت میں ''اسمِ اَللّٰہُ ذات'' ہی رہتا ہے۔ اسم ''اَللّٰہُ'' کے شروع سے پہلا حرف ''ا'' ہٹادیں تو لِلّٰہ رہ جاتا ہے اور اس کے معنی ہیں ''اَللّٰہُ کے لئے'' اور یہ بھی اسمِ ذات ہے قرآن مجید میں ہے:

❁ لِلّٰہِ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَافِی الْاَرْضِ (الجمعہ۔1)

ترجمہ: ''اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے''۔

اور اگر اس اسم پاک کا پہلا ''ل'' ہٹادیں تو ''لَہٗ'' رہ جاتا ہے جس کے معنی ہیں ''اس کے لئے'' اور یہ بھی اسمِ ذات ہے۔ جیسے ارشادِ ربانی ہے:۔

❁ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر

ترجمہ: ''اسی کے لیے بادشاہت اور حمد وستائش ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے''۔

اور اگر دوسرا ''ل'' بھی ہٹادیں تو ''ھُو'' رہ جاتا ہے اور یہ اسمِ ضمیر ہے اور اس کے معنی ہیں ''وہ'' اور یہ بھی اسمِ ذات ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے:

❁ ھُوَ اللّٰہُ الَّذِی لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُو o

ترجمہ: ''وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر ھُو (ذاتِ حق تعالیٰ)''۔

فقراء اور عارفین نے ''ھُو'' کو اسمِ اعظم اور سلطان الاذکار بتایا ہے۔

❁ امام رازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''ھُو'' اسمِ اعظم ہے۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ فتوحاتِ مکیہ جلد دوم میں فرماتے ہیں:

❁ ''ھُو عارفین کا آخری اور انتہائی ذکر ہے۔''

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اس کو عارفین کا آخری اور انتہائی ذکر قرار دیا ہے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❁ ذاکراں را انتہا ''ھُو'' شد تمام

ترجمہ: ذکرِ ھُو ذاکرین کا انتہائی ذکر ہے۔

❁ جس کے وجود میں ذکر اسمِ ''ھُو'' کی تاثیر جاری ہو جاتی ہے اُسے ''ھُو'' (ذاتِ حق) سے محبت ہو جاتی ہے اور وہ غیر ماسویٰ اللہ سے وحشت کھاتا ہے۔ (عین الفقر)

❁ ذکرِ ھُو کرتے کرتے جب ذاکر کے وجود پر اسمِ ھُو غالب آ کر اُسے اپنے قبضے میں لے لیتا ہے تو اس کے وجود میں ''ھُو'' کے سوا کچھ نہیں رہتا۔ (محک الفقر کلاں)

گزشتہ ادوار میں اسمِ اَللّٰہُ ذات مندرجہ بالا چار منازل میں طالبانِ مولیٰ کو عطا کیا جاتا تھا جس کی وجہ سے سلطان الاذکار ''ھُو'' جو حقیقتاً طالب کو بارگاہِ الٰہی میں لے جا کر ذاتِ حق تعالیٰ کی پہچان عطا کرتا ہے، تک پہنچنے کے لیے بہت وقت درکار ہوتا تھا، اور عموماً کمزور طالبانِ مولیٰ کی رسائی کبھی ''ھُو'' تک ہو ہی نہ پاتی تھی۔ لیکن اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور مرشد کامل اکمل خادم سلطان الفقر حضرت سلطان محمد نجیب الرحمٰن مدظلہ الاقدس کے فیضِ بے بہا اور بے پناہ روحانی قوت کی وجہ سے طالبانِ مولیٰ کو بیعت کے فوراً بعد سلطان الاذکار ''ھُو'' عطا کر دیا جاتا ہے اور تصور کے لیے سنہری اسمِ اَللّٰہُ ذات عطا کیا جاتا ہے۔

تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات

سانسوں کے ساتھ اسمِ اَللّٰہُ کے ذکر کے ساتھ ساتھ تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات بھی اللہ کی پہچان و معرفت حاصل کرنے کے لیے بہت ضروری ہے۔ کیونکہ کسی بھی چیز کی پہچان کا سب سے عمدہ اور اعلیٰ ذریعہ آنکھ اور بصارت ہے۔ دیگر حواس اشیاء کی شناخت کے ناقص آلے ہیں۔ جبکہ ''دیکھنے'' سے کسی بھی چیز کی پوری پوری پہچان ہو جایا کرتی ہے اس لیے آنکھ سے کیا جانے والا تصور اور پاس انفاس (سانس کے ذریعے) سے کیا جانے والا ذکر سب سے اعلیٰ اور افضل ہے۔ صرف یہی ذریعہٗ معرفت اور وسیلۂ دیدارِ پروردگار ہے۔ قرآن پاک میں سورہ مزمل میں بھی اللہ تعالیٰ ذکر کے ساتھ ساتھ تصورِ اسمِ اَللّٰہُ کا حکم دیتا ہے:

❁ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ○ (مزمل 8)

ترجمہ: (اے محبوب ﷺ) اپنے رب کے نام (اسمِ اَللّٰہُ) کا ذکر کرو اور سب سے ٹوٹ کر اس ہی کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

آیت کے پہلے حصے میں ذکر کا حکم ہے اور دوسرے حصے میں تصور کا۔ ''سب سے ٹوٹ کر اس

کی طرف متوجہ ہو جاؤ'' میں ''متوجہ'' ہونے سے مراد قلب و ذہن سے ہر شے کا خیال نکال کر صرف اللہ کی ذات کا تصور آنکھوں کے ذریعے دِل میں بسانا ہے۔ تصور سے ''اسمِ اَللّٰہُ ذات'' کو اپنے دِل پر نقش کرنے سے یہ انسان کی باطنی شخصیت پر اثر انداز ہو کر اسے زندہ اور بیدار کرتا ہے اور اس طرح انسان کی ''باطنی آنکھ'' کھل جاتی ہے جس سے اسے نورِ بصیرت حاصل ہو جاتا ہے جس سے اللہ کی پہچان اور معرفت حاصل ہوتی ہے۔

ذکر اور تصور کا باہمی رشتہ ایک تانے بانے کی مانند ہے اور ان کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارا ذہن ہر وقت کچھ نہ کچھ سوچتا رہتا ہے۔ کسی نہ کسی چیز کے خیال میں محو رہتا ہے۔ ایک لحہ بھی خالی نہیں رہ سکتا۔ یہ ذکر کی قسم ہے اور جن چیزوں کے متعلق ہمارا دِل سوچتا ہے تو ان کی شکلیں ہمارے سامنے آجاتی ہیں۔ اگر بیوی بچوں کے متعلق سوچتا ہے تو وہ آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں اور گھر کے بارے میں سوچتا ہے تو گھر ہمارے سامنے آجاتا ہے اسے ''تصور'' کہتے ہیں۔ ذکر و تصور کا یہ سلسلہ مسلسل اور لگاتار جاری رہتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دنیا کے لوگوں اور اشیاء سے ہماری محبت اور رشتہ مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ یہی تعلق اور لگاؤ ذکر اور تصور ہے۔ صوفیاء کرامُ ذکر اور تصور کے اس دنیاوی رُخ کو رُوحانی رُخ کی طرف موڑ کر واصل باللہ ہونے کا طریقہ ذکر اور تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات کی صورت میں بتاتے ہیں۔ جس طرح لوہے کو لوہا کاٹتا ہے اور پانی کی بہتات سے پژ مُردہ فصل پانی ہی سے ہری بھری ہو جاتی ہے اسی طرح ذکر کو ذکر اور تصور کو تصور کاٹتا ہے۔ ضرورت صرف ذِکر اور تصور کے رُخ کے بدلنے کی ہے اگر ہم دنیا اور اس کی فانی اشیاء اور اشکال کی بجائے اسمِ اَللّٰہُ ذات کا ذِکر اور تصور کریں تو ہمارا اس دنیا اور اس کی اشیاء سے لگاؤ اور محبت ٹوٹ کر اللہ سے عشق و محبت پیدا ہو جاتا ہے اور انسان کے قلب میں پوشیدہ امانتِ حق تعالیٰ ظاہر ہو جاتی ہے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ مشق تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات کے انسانی قلب و باطن پر اثرات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

- مشق تصورِ اسمِ اَللّٰہُ ذات سے دِل اس طرح زندہ ہو جاتا ہے جس طرح کہ بارانِ رحمت سے خشک گھاس اور خشک زمین زندہ ہو جاتی ہے۔ (شمس العارفین)

❁ ''تصورِ اسم اَللّٰہُ ذات'' کے ذریعے طالبِ اللہ لاھوت لامکان میں ساکن ہو کر مشاہدہ انوار دیدارِ ذات کھلی آنکھوں سے کرتا ہے اور ہر دو جہان کی آرزوؤں سے بیزار ہو جاتا ہے۔ عین دیکھتا ہے عین سنتا ہے اور عین پاتا ہے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

❁ ہر قفل کی ایک کنجی ہوتی ہے اور انسان کے (باطنی) وجود کی کنجی ''تصورِ اسم اَللّٰہُ ذات'' ہے۔ جو شخص وجود کا قفل کھول کر قلبِ سلیم کا خزانہ حاصل کرنا چاہے تو ''تصورِ اسم اَللّٰہُ ذات'' سے ایسا کرے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

تصورِ اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

فقر کی تاریخ میں پہلی بار ''اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' بھی ذکر اور تصور کے لیے طالبانِ مولیٰ کو عطا کیا جا رہا ہے۔ جس طرح اسمِ ''اَللّٰہُ'' اللہ کا ذاتی نام ہے اور اس کی تمام صفات اور دیگر صفاتی ناموں کا احاطہ کرتا ہے اسی طرح ''محمد'' (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذاتی نام ہے اور ان کی تمام صفات اور ذات کی تمام خوبیوں کا جامع ہے اور ان کی ذات سے سب سے زیادہ وابستہ ہے اسی لیے ذکر اور تصورِ اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قرب حاصل کرنے اور ان کی رحمتوں سے فیض یاب ہونے کا سب سے پُر اثر اور طاقتور ذریعہ ہے۔ ذکر و تصورِ اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ذاکر کے باطن پر انتہائی خوشگوار اثرات ڈال کر اسے روحانی بیماریوں سے نجات دلاتا اور اس کی روحانی ترقی کو تیز تر اور آسان تر بنا دیتا ہے۔

سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❁ اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تصور سے علم کی سچی آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ (کلیدِ جنت)

❁ اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تصور کرنے والا جب اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صورت کا تصور کرتا ہے تو تمام ماسوائے اللہ کو ترک کر دیتا ہے۔ جس طرف بھی نگاہ کرتا ہے اُسے مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نظر آتی ہے۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا باادب باحیاء عاشق، اللہ تعالیٰ کا معشوق بن جاتا ہے۔ (عقلِ بیدار کلاں)

❁ جب طالب اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے تصور میں لاتا ہے تو بے شک جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روح مبارک مع ارواحِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نہایت لطف و کرم سے

تشریف فرما ہوتی ہیں۔ صاحبِ تصور کو نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں ''میرا ہاتھ پکڑ۔'' آنحضرت ﷺ کا ہاتھ پکڑتے ہی طالب کا دل معرفتِ الٰہی کے نور سے روشن ہو جاتا ہے۔ (کلیدِ جنت)